شیخ عبدالمجید احرار امرتسری، گوجرانوالہ

خطیبِ پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ سے میری آخری ملاقات

اگست ۶۷ء میں مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ نے ملتان میں حضرت امیر شریعت کے یوم وصال پر ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا تو مولانا عبید اللہ احرار کو بھی جلسہ میں شرکت کا دعوت نامہ ارسال کیا۔

میں ان دنوں کسی نجی کام سے فیصل آباد گیا تھا۔ مولانا سے ملنے انکے مکان پر گیا تو وہاں مرزا نیاز بیگ مرحوم جو فیصل آباد مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل تھے بیٹھے تھے۔ اور مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ ملتان کے جلسے میں شرکت کیلئے کون جائے! مولانا چونکہ بیمار تھے اور پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور تھے۔

تھوڑی ردو کد کے بعد صلاح یہ ٹھہری کہ مرزا نیاز بیگ اور ''شیخ عبدالمجید'' (راقم) ملتان جائیں اور جلسہ میں شرکت کریں۔ چنانچہ مقررہ دن سے ایک روز پہلے ہم دونوں ملتان پہنچ گئے رات دفتر میں قیام کیا باہم مشورہ سے حضرت قاضی صاحب مرحوم سے ملاقات کا پروگرام بنا جو کہ ان دنوں موذی مرض یرقان میں مبتلا اور گھر میں ہی مقیم تھے چنانچہ صبح نماز فجر کے بعد حافظ جی سے اجازت لیکر شجاع آباد کیلئے روانہ ہو گئے! جلسہ چونکہ رات کو تھا اس لئے حافظ جی مانع نہ ہوئے اور جلد واپسی کی تاکید کر دی اور قاضی صاحب کو سلام بھی دیا۔

جمعہ کی نماز سے کچھ دیر پہلے ہم شجاع آباد شاہی مسجد میں پہنچ گئے۔

قاضی عبداللطیف صاحب سے ملکر حضرت خطیب پاکستان سے ملنے کی استدعا کی لیکن انہوں نے عذر کیا مرض کی شدت کے پیش نظر ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا ہے کہ کوئی ملاقاتی ملنے نہ پائے!

میں نے کہا آپ میرا رقعہ لے جائیں اور حضرت کو دیں اگر وہ بھی منع کر دیں تو ہمارا سلام عرض کر دیں ہم واپس چلے جائیں گے آپ سے کوئی شکوہ نہ ہوگا۔ سو میں نے اپنا تعارفی رقعہ لکھدیا تھوڑی دیر بعد عبداللطیف صاحب واپس لوٹے اور اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ میں اور مرزا نیاز بیگ ساتھ ہو لئے۔ گھر میں داخل ہوئے تو برآمدے میں قاضی صاحب مرحوم چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے!

اللہ اللہ وہ جسیم و شکیم اور قد آور شخصیت مردانہ وجاہت کا نادر پیکر اب ایسے معلوم ہوا جیسے سات سال کے بچے کو داڑھی لگا دی گئی ہو! سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے شدتِ مرض سے نڈھال صابر و شاکر اپنے اللہ سے لو لگائے ہوئے تھے!

میں نے سلام عرض کیا۔ مجھے دیکھتے ہی بازو پھیلا دیئے معانقہ کرتے ہی میرے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے ان کی پلکیں بھی بھیگ گئیں مرزا صاحب بھی ملے! بیٹھنے کو کہا۔ فرمانے لگے میں تندرست ہوتا تو یہ دن میرے لئے عید کا دن ہوتا انتہائی خوشی کا دن! میں تو اکثر آپ کے پاس آتا رہا آپ پہلی بار آئے ہیں! بڑی شفقت کا اظہار کیا حافظ جی کا سلام عرض کیا۔ انہوں نے تمام احباب سے دعا کی درخواست کی اور جلسہ عام میں بھی دعا کیلئے کہا۔

تھوڑی دیر باتیں ہوتی رہیں پھر فرمایا کہ جمعہ کی نماز کے بعد کھانا کھا کر جائیں معذرت کرنا چاہی تو فرمانے لگے "انکار مت کرنا میری دل شکنی ہوگی"

"جو کچھ ساگ ستو تمہاری اماں نے پکائے ہیں کھا کر جانا"

"اب جائیں نماز کے بعد مسجد میں ہی کھانا پہنچ جائے گا۔ بیماری کی وجہ سے زیادہ گفتگو بھی نہیں کر سکتا۔"

چنانچہ سلام عرض کیا اور واپس مسجد میں آ گئے نماز کے بعد ایک ہجوم تھا جو خطیب پاکستان سے ملاقات اور سلام و دعا کا متمنی اور بضد تھا کہ بغیر ملاقات کے نہ جائیں گے۔ چنانچہ یوں کیا گیا کہ حضرت کی چارپائی صحن میں لائی گئی اور لوگوں کو اجازت دی گئی کہ ایک طرف سے آئیں اور سلام کر کے دوسری طرف سے باہر نکلتے جائیں۔

یہ ترکیب کارگر رہی! اتنے میں قاضی عبد اللطیف صاحب کھانا لیکر آ گئے پر تکلف کھانا تھا گوشت روٹی سویاں اور کئی قسم کی کھجوریں ایک طشتری میں الگ الگ بااہتمام رکھی گئیں تھیں! کھانے کے بعد اجازت لی اور واپس ملتان روانہ ہوئے ٹرین میں زیادہ رش نہ تھا سکون سے بیٹھتے ہی پرواز خیال کہاں سے کہاں لے گئی۔

ستائیس سال پیشتر جب قاضی صاحب (مرحوم) سے میری پہلی ملاقات امرتسر میں ہوئی۔

۱۹۴۰ء میں مجلس احرار اسلام کی ہائی کمان کا اجلاس امرتسر میں ہوا جس میں فوجی بھرتی کے خلاف ریزولیوشن منظور کیا گیا۔ اور امرتسر ہی سے اس تحریک کا آغاز ہوا۔

شیخ حسام الدین مرحوم صدر اور آغا شورش کاشمیری سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ ملک کی تمام سیاسی جماعتیں ابھی گومگو میں تھیں مجلس احرار اسلام نے اس معاملہ میں بھی سبقت حاصل کر لی۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

انگریز دشمنی میں مجلس احرار اسلام صف اوّل میں شمار ہوتی تھی استخلاص وطن کیلئے مجلس احرار اسلام کے

ایثار و قربانی کے انمٹ نقوش تاریخ کا انمول حصہ ہیں آزادیٔ ہندوستان کی تاریخ مجلس احرار اسلام کے تذکرہ کے بغیر مکمل ہو ہی نہیں سکتی!

شورش کاشمیری پسِ دیوار زنداں میں لکھتے ہیں اپریل ۱۹۳۹ء میں آل انڈیا مجلس احرار اسلام کا سالانہ اجلاس پشاور میں منعقد ہوا۔ چوہدری افضل حق صدر تھے انہوں نے ایک تاریخی خطبہ پڑھا جس میں تقریباً تمام سیاسی مسائل پر روشنی ڈالی اور فرمایا جنگ قضا کی طرح یورپ کے سر پر منڈلا رہی ہے۔ جانے کب بگل بج جائے! میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ برطانیہ جنگ جیتے یا ہارے ہندوستان اسکو چھوڑنا پڑے گا۔ ملک آزاد ہو کر رہیگا۔ چوہدری صاحب کا یہ خطبہ نہ صرف انکی سیاسی بصیرت و فراست کا شہ پارہ تھا بلکہ جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ حرف بہ حرف پورا ہو کر رہا۔"

مجلس احرار اسلام کے راہنماؤں نے امرتسر ریزولیوشن کے تحت ملک کا طوفانی دورہ شروع کیا۔ جلسے ہوتے جلوس نکلتے لوگ انگریز کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے! انگریز کو اپنا سنگھاسن ڈولتا ہوا نظر آنے لگا۔ پنجاب میں سر سکندر حیات وزیر اعظم تھے۔ جو انگریز کی ناک کا بال سمجھے جاتے تھے۔ اور تھے بھی انگریز کے پشتینی وفادار یا دوسرے لفظوں میں غدار ابن غدار اس نے ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت تقریباً تمام احرار راہنماؤں کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مجلس احرار اسلام نے امرتسر میں "فوجی بھرتی بائیکاٹ" کی قرارداد منظور کرنے کے بعد اسی دن یا اگلے دن گلوالی دروازہ میں ایک جلسہ عام منعقد کیا جس کی صدارت مولانا حبیب الرحمن نے کی دیگر راہنماؤں کے علاوہ سب سے زیادہ جوشیلی تقریر آغا شورش کاشمیری نے کی حتیٰ کہ دوران تقریر مولانا حبیب الرحمن نے شورش کے منہ پر ہاتھ رکھدیا اور جلسہ برخاست کر دیا۔ احرار راہنماؤں نے اپنے اپنے حلقوں میں انگریز کے خلاف میدان کارزار گرم کر رکھا تھا احرار رضا کار دھڑا دھڑ گرفتار ہو رہے تھے۔

سیاسی تحریکوں میں امرتسر کا مسلمان ہمیشہ سرگرم عمل رہا امرتسر شہر کا اپنا ایک مزاج تھا۔ جلیاں والا باغ کے خونی سانحہ کے بعد کانگریس۔ مسلم لیگ۔ خلافت کمیٹی کے مرکزی اجلاسوں کے انعقاد نے اس شہر کی اہمیت کو بہت بڑھا دیا تھا۔ یہاں کے لوگ صحیح معنوں میں جرأت مند تھے۔ ایثار و قربانی کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کسی معاملہ میں وہ پیچھے نہ رہتے بلکہ ہر معاملہ میں سبقت لے جاتے تھے۔

تجارت ہو یا صنعت۔ یا خطابت۔ صحافت شاعری نعت گوئی (حتیٰ کہ بدمعاشی میں بھی نمبر ایک ہی تھے) حتیٰ کہ پہلوانی میں بھی بے مثال تھے۔ بہر حال تمام سیاسی اور مذہبی تحریکوں کو امرتسر نے جلا بخشی۔ تقسیم ملک کے وقت مارچ ۴۷ء سے لیکر اگست ۴۷ء تک چھ ماہ مسلمانانِ امرتسر نے جس جرأت اور مردانگی سے اپنا دفاع کیا بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کیا یہ ایک الگ ولولہ انگیز داستان ہے جو میرے دوسرے مضمون "میں مجلس احرار اسلام میں کیسے شامل ہوا" میں آئیگی خیر تو مذکورہ بالا تحریک کے سلسلے میں دورہ کرتے ہوئے۔ ایک دن قاضی صاحب اچانک امرتسر دفتر مجلس احرار اسلام ہال بازار میں شام کے جھٹپٹے میں آ گئے ہم دو چار کارکن بیٹھے ہوئے تھے میں نے قاضی صاحب کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ یہ قاضی صاحب سے میری پہلی ملاقات تھی جو مصافحہ تک محدود تھی۔

قاضی صاحب کو فوراً دفتر سے کسی دوسری جگہ پہنچا دیا گیا۔ پولیس کو سن گن مل گئی تھی رات بھر مصروف احرار کارکنوں کے گھروں پہ چھاپے پڑتے رہے قاضی صاحب نہ ملے۔ صبح جمعرات کا دن تھا۔ ایک رضا کار ٹانگے میں نوبت سجائے آیا۔ ہر چوک پر نوبت بجاتا لوگ اکٹھے ہوتے تو اعلان کرتا "حضرات ایک ضروری اعلان سنئے کل بروز جمعتہ المبارک جمعہ کی نماز جامع مسجد خیر دین ہال بازار میں قاضی احسان احمد شجاع آبادی پڑھائیں گے۔ آپ سے اپیل ہے کہ جوق در جوق جامع مسجد خیر دین آ کر نماز ادا کریں اور احرار راہنما کے خیالات سے مستفید ہوں۔"

سارے شہر میں منادی ہوتی رہی پولیس نے جگہ جگہ ٹانگہ روک کر منادی کرنے والے سے سخت باز پرس کی بلکہ مارا پیٹا بھی کہ بتاؤ قاضی صاحب کہاں ہیں۔ رضا کار مسمسی صورت بنا کر کہتا جناب مجھے کیا پتہ میں تو مزدور آدمی ہوں دیہاڑی کر رہا ہوں ایک آدمی نے یہ رقعہ دیا جو لکھا ہے میں وہی پڑھ رہا ہوں نوبت میری اپنی ہے ٹانگے کا کرایہ بھی اس نے دے دیا ہے اور میری دیہاڑی بھی دے دی ہے شام تک مجھے یہی کام کرنا ہے۔ تھانے دار نے کہا "بس اب بند کرو اور بھاگ جاؤ"

وہ کہتا "نہیں جی ایمانداری بھی کوئی چیز ہے جی میں نے شام تک کے پیسے لیئے ہیں بے ایمانی کیوں کروں"

اور نوبت بجاتا یہ جا وہ جا۔۔۔۔۔ بہر حال اعلان ہوتا رہا اور پولیس شکاری کتوں کی طرح قاضی صاحب کی تلاش میں سر گرداں رہی۔

ادھر قاضی صاحب ہر دو تین گھنٹہ بعد اپنا ٹھکانہ بدل دیتے شام کو وہ چٹا کٹڑہ (سفید کٹڑہ) میں شیخ ابراہیم سبزی اور پھل فروش کی دوکان کے اوپر پھلوں کی خالی کریٹوں اور ٹوکریوں کے ڈھیر میں چھپے بیٹھے تھے (شیخ ابراہیم صاحب جھنگ میں مقیم ہیں اور بحمداللہ بقیہ حیات ہیں) قاضی صاحب کے ساتھ حکیم عبدالجبار صاحب کے رشتہ کے بھائی فیروز الدین تھے انکا گزشتہ ہفتہ انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا علیہ راجعون۔ حضرت امیر شریعت سے بڑی عقید و محبت رکھتے تھے۔ مجلس احرار اسلام کے شیدائی تھی!

رات گیارہ بجے اطلاع ملی کہ یہ جگہ بھی غیر محفوظ ہو گئی ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب کو وہاں سے بھی نکالا گیا اور سفید لمبا برقعہ اوڑھا کر زنانہ سینڈل پہنچا دیا ساتھ میں دھان پان سے ایک مولوی صاحب جو معمر بھی تھے دو پلی ٹوپی شیروانی میں ملبوس تنگ پاجامہ ایک چھوٹا سا ٹرنک ہاتھ میں لئے آگے آگے اور قاضی صاحب زنانہ لباس میں پیچھے پیچھے ابھی "بازار ورق کٹاں" (ورق سازاں) کیطرف مڑے ہی تھے کہ پولیس کی کئی لاریاں آ گئیں اور پولیس پورے بازار میں اٹینشن ہو گئی اور قاضی صاحب اسی ہیت کذائی میں چلتے گئے بازار ورق کٹاں سے بتی ہٹہ میں پہنچ گئے آگے بازار صابونیاں میں پھر پولیس سے مڈ بھیڑ ہو گئی۔ اصل میں کسی نے مخبری کی تھی کہ!

گورو بازار کے اندر درشنی ڈیوڑھی میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی جسکا امام احراری تھا قاضی صاحب اس

مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں! یہ تمام علاقہ ہندوؤں کا تھا خال خال مسلمانوں کی دو کانیں تھیں اسلئے پولیس کو یقین آ گیا۔ کہ چھپنے کے لئے معقول ٹھکانہ ہے۔ اب اتفاق کہئیے کہ قاضی صاحب خود ہی اس راستے پر ہو لئے یہ راستہ اس لئے اختیار کیا گیا تھا کہ رات کو بازار بند ہونے کی وجہ سے آمدورفت کم ہو جاتی اور سارا علاقہ ہندوؤں کا تھا کوئی شبہ نہ کرتا بہرحال اب تو پھنس گئے! جانا مسجد خیر الدین میں ہی تھا۔

وہاں انتظام ہو چکا تھا راستہ متعین تھا پولیس نے پورا بازار گھیر رکھا تھا۔ لیکن ٹارگٹ تو مسجد ہی تھا۔

بس مولوی صاحب کو سمجھ آ گئی تھانے دار ہی سے جا کر پوچھنے لگے "اماں تھانیدار صاحب یہاں کوئی ٹانگہ وغیرہ اسٹیشن کیلئے مل جائے گا۔" اور اس کا جواب سننے سے پہلے قاضی صاحب سے مخاطب ہوئے "اری بیگم جلدی چلو گاڑی چھوٹ جائیگی ایک تو تم عورتوں کے ساتھ سفر پر جانا ایک مصیبت سے کم نہیں! ارے ہاں تھانیدار صاحب کوئی ٹانگہ مل جائیگا"۔

اس نے کہا بڑے میاں ادھر کرموں ڈیوڑھی چوک میں ٹانگہ مل جائیگا بے فکر رہیں "اچھا میاں اللہ آپکا بھلا کرے اری بیگم تم پھر پیچھے رہ گئیں جلدی چلو"

یوں چلتے چلاتے کٹڑہ جیمل سنگھ سے ہوتے ہوئے چوک فرید اور پیلا ہسپتال کے قریب سے ہو کر ہال بازار کے قریب ایک گلی میں ایک پریس تھا اس میں داخل ہو گئے۔

یہ انتظامات پہلے کئے جا چکے تھے۔ پریس کے قیام سے قبل یہ جگہ پلاٹ تھی اور مسجد کا ایک چھوٹا دروازہ اس طرف بھی کھلتا تھا۔ جو اب بند رکھا جاتا تھا۔ اس طرف کوئی آمدورفت بھی نہ تھی اس لئے کسی کا دھیان اس طرف نہ تھا۔

طالبعلموں کے لئے اس طرف غسل خانے بنا دیئے گئے تھے۔ اور رہائشی حجرے بھی ادھر ہی تھے اس دروازے سے قاضی صاحب اندر داخل ہوئے اور کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

صبح فجر کے بعد شہر میں پھر اعلان شروع ہو گیا کہ "حضرت قاضی صاحب شہر میں تشریف لا چکے ہیں اور مسجد خیر الدین میں جمعہ کی نماز سے پہلے خطاب فرمائیں گے"

دو چار جگہ اعلان کرنے والوں کی پولیس نے پٹائی بھی کی جہاں جہاں شبہ ہو سکتا تھا پولیس چھاپے مار رہی تھی کئی کارکنوں کو کوتوالی میں بٹھائے رکھا خانہ تلاشیاں بھی ہوئیں پنجاب کے تمام معروف شہروں کا دورہ قاضی صاحب کر چکے تھے نصف درجن کے قریب وارنٹ گرفتاری ان کے تعاقب میں تھے۔ امرتسر ان کی آخری رزم گاہ تھا۔ ہر جگہ یہی ہوتا رہا کہ قاضی صاحب بگولے کی طرح آتے طوفان کی طرح چھا جاتے اور چھلاوے کی طرح نکل جاتے پولیس ہاتھ ملتے رہ جاتی۔

امرتسر میں بھی پولیس جھک مار رہی تھی۔ سی۔ آئی۔ ڈی والوں کو جھاڑیں پڑ رہی تھیں۔

احرار کارکنوں اور پولیس میں آنکھ مچولی ہو رہی تھی۔ سکندر حیات نے انا کا مسئلہ بنا لیا تھا۔ پنجاب پولیس کے لئے شرم کا مقام تھا آئی جی سب ماتحتوں پر برس رہے تھے کہ چوبیس گھنٹوں سے اعلان ہو رہا

ہے کہ قاضی صاحب شہر میں موجود ہیں لیکن ٹریس نہیں ہو رہے آخر انہیں زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔
جیسے جیسے نماز کا وقت قریب ہو رہا تھا۔ پولیس کی سرگرمیاں بڑھ رہی تھیں۔ کارکن مار کھا رہے تھے لیکن بتاتے کیا؟ جن دو چار کارکنوں کو اصل بات کا پتہ تھا وہ شہر سے غائب تھے۔

بصد ہے عزرائیل کہ جاں لے کے ٹلوں
سر بسجود مسیحا کہ میری بات رہے!

کسی بھی طرح مخبری ہو جاتی تو کیے کرائے پر پانی پھر جاتا اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہیں۔ بس اسی کی حکمت سے اسباب بنتے چلے گئے۔
نماز فجر کے وقت سے ہی پولیس نے مسجد کا صدر دروازہ گھیر رکھا تھا ایک ایک آدمی کی شناخت ہو رہی تھی چھت پر الگ پہرہ تھا۔ قریب کے گھروں پر بھی پولیس موجود تھی۔
ہال بازار دروازہ سے لے کر گول ہٹی تک اور ارد گرد کی تمام گلیوں کی ناکہ بندی ہو چکی تھی۔ نمازیوں کا اتنا اژدہام تھا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ مسجد کا صحن اور چھت بھر گئی تو بازار میں صفیں لگ گئیں۔ مسجد کے صدر دروازے پر ڈی ایس پی اور اعلیٰ افسر موجود تھے۔ گرفتاری کے تمام انتظامات کر لئے گئے تھے۔ لٹھ بند دستہ تیار تا آنکہ اذان کی آواز گونجی لوگ نماز کے لئے تیار ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد سپیکر پر آواز آئی۔
"حضرات قاضی صاحب اور آپکے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتا آئیے قاضی صاحب خطاب شروع کیجئے"
قاضی صاحب منبر کے قریب ہی کمبل اوڑھے بیٹھے تھے اٹھ کر مائیک پر آ گئے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد قاضی صاحب نے تقریر کا آغاز اس شعر سے کیا۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

ادھر قاضی صاحب نے شعر پڑھا اور ادھر ڈی آئی جی نے بے اختیار سی آئی ڈی انسپکٹر کے منہ پر چانٹا رسید کر دیا۔ قاضی صاحب نے آدھ پون گھنٹہ تقریر کی!
انگریز حکومت مردہ باد سر سکندر حیات مردہ باد کے نعرے گونجتے رہے! نماز کا وقت ہوا تو قاضی صاحب نے اعلان کیا حضرات باقی باتیں نماز کے بعد ہونگی تشریف رکھیں۔ نماز کے بعد جب تقریر کیلئے قاضی صاحب نے ابتدائی کلمات ہی ادا کئے تھے کہ پولیس جو پہلے ہی بھری بیٹھی تھی بلاجواز اور بغیر وارننگ کے لاٹھی چارج کر دیا تاکہ لوگ بھاگ جائیں اور گرفتاری میں رکاوٹ نہ ہو!
عجیب افراتفری کا عالم تھا لوگ پولیس سے لاٹھیاں چھین کر مقابلہ پر اتر آئے۔ ممکن ہے بہت نقصان

ہوتا گولی چلنے کی نوبت آجاتی قاضی صاحب نے للکارتے ہوئے پولیس کو وارننگ دی "او بزدلو کیوں نہتے عوام کو مارتے ہو میں باہر آرہا ہوں چاہوں تو یہاں بھی گرفتاری نہ دوں آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ تجربہ آپ کر ہی چکے ہیں۔" لیکن میرے پروگرام میں ہے کہ مجھے امرتسر میں گرفتاری دینا ہے۔ اور میں باہر آرہا ہوں چنانچہ قاضی صاحب ملتے ملاتے مصافحہ کرتے ہوئے مسجد سے باہر تشریف لائے لوگوں نے قاضی صاحب کو پھولوں کے ہاروں سے لاد دیا ہجوم چونکہ بپھر چکا تھا۔

گورنمنٹ برطانیہ اور پولیس کے خلاف شدید نعرے بازی ہو رہی تھی!

ایس پی نے موٹر سائیکل جسکے ساتھ ایک نشستی سائڈ کار لگی ہوئی تھی مسجد کی سیڑھیوں کے ساتھ لگا دی اور قاضی صاحب کو اس میں بیٹھنے کیلئے کہا!

لوگوں نے موٹر سائیکل کو راستہ دینے سے انکار کر دیا اور دور تک لمبے لمبے لیٹ گئے۔ ایس پی اپنی بے بسی پر سٹ پٹا گیا۔

اور قاضی صاحب سے ملتجی ہوا کہ آپ ان لوگوں کو سمجھائیں ہماری ڈیوٹی ہے ہم مجبور ہیں۔ چنانچہ قاضی صاحب نے دس پندرہ منٹ اور خطاب کیا اور کہا۔ کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم آزادی کیلئے جدوجہد کریں سو ہم کر رہے ہیں اس میں جیل جانے کا بھی مرحلہ آتا ہے۔ جسکو ہمیں خندہ پیشانی سے قبول کرنا چاہیئے۔ آپکی محبت آپکی ہمدردی آپکا قربانی کا جذبہ اور انگریز سے بیزاری سب قابل قدر ہیں۔"

انگریز سے گلو خلاصی کیلئے جیل کی صعوبتیں برداشت کرنا بھی ہماری جدوجہد کا حصہ ہیں آپ اس میں رکاوٹ نہ بنیں! شکریہ!

اب تو جاتے ہیں میکدے سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا!

یہ تمام واقعات فلم کی ریل کیطرح میرے دماغ کی سکرین پر آتے گئے اور میں گم سم پس و پیش سے بے نیاز انہی مناظر میں کھویا ہوا تھا۔

تا آنکہ مرزا نیاز بیگ نے مجھے جھنجھوڑا شیخ صاحب کہاں کھو گئے ملتان آ گیا۔ اور میں تصوراتی دنیا سے باہر آ گیا۔

نوٹ:

قاضی صاحب کی گرفتاری کے بیرونی مناظر تو میرے سامنے تھے اندرونی کہانی میں نے شیخ ابراہیم صاحب امرتسری (جھنگ والے) سے بالمشافہ سنی تھی!

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را